رکوع وسجدہ کی کیفیت

رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا چاہئے:

سوال(۱) بعض لوگ رکوع کر کے سیدھے کھڑے نہیں ہوتے سجدے میں چلے جاتے ہیں، نماز ہوجاتی ہے یا نہیں؟

پہلے سجدہ سے اٹھ کر سیدھا بیٹھ جائے پھر سجدہ کرے:

(۲) بہت سے لوگ سجدہ سے چار انگل اٹھ کر دوسرا سجدہ کرتے ہیں، ان کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟

الجواب

(۱) اگر رکوع سے اٹھ کر سیدھے کھڑے نہ ہوں تو اس میں ترک واجب ہوتا ہے اور وہ نماز قابل اعادہ ہے۔

(۲) بقول بعض محققین اس میں ترک واجب ہے اور ایسی نماز کا اعادہ واجب ہے۔(۱) فقط

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند:۱۵۵/۲)

---

(۱) (ولها واجبات) الخ (وهي) ... (قراءة فاتحة الكتاب) الخ (وتعديل الأركان) أي تسكين الجوارح قدر تسبيحة في الركوع والسجود وكذا في الرفع منهما على ما اختاره الكمال.(الدرالمختار)

(قوله وكذا في الرفع منهما) أي يجب التعديل أيضًا في القومة من الركوع والجلسة بين السجدتين، وتضمن كلامه وجوب نفس القومة والجلسة أيضًا الخ حتى لو تركها أوشيئًا منها ساهيًا يلزمه السهو ولوعمدًا يكره أشد الكراهة،ويلزمه أن يعيد الصلاة،الخ.(رد المحتار،باب صفة الصلاة،مطلب واجبات الصلاة،مطلب قد يشار إلى المثنى،الخ: ۴۲۴/۱-۴۳۲،ظفير)

ثم الطمأنينة في الركوع واجبة عند أبي حنيفة ومحمد، كذا ذكره الكرخي، حتى لو تركها ساهياً يلزمه سجود السهو وذكر أبوعبدالله الجرجاني أنها سنة حتى لايجب سجود السهو بتركها وكذا القومة التي بين الركوع والسجود والقعدة التي بين السجدتين ، والصحيح ماذكره الكرخي لأن الطمأنينة من باب إكمال الركن وإكمال الركن واجب كإكمال القراءة بالفاتحة ألا ترى أن النبي صلى الله عليه وسلم ألحق صلاة الأعرابي بالعدم والصلاة إنمايقضى عليها بالعدم إما لانعدامها أصلاً بترك الركن أو بانتقاصها بترك الواجب فتصير عدماً من وجه فأما ترك السنة فلا يلتحق بالعدم،لأنه لايوجب نقصاناً فاحشاً ولهذايكره تركها أشدالكراهة حتى روى عن أبي حنيفة أنه قال:أخشى أن لاتجوزصلاته.(بدائع الصنائع، فصل الواجبات الأصليةالطمأنينة والقرار في الركوع والسجود : ۱۶۲/۱-۱۶۳، دارالكتب العلمية)والحديث أخرجه البخاري،باب وجوب القراءة للإمام والمأموم،الخ (ح:۷۵۷)انيس)

سجدہ میں پیشانی کا اکثر حصہ رکھنا واجب ہے:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نماز میں حالت سجدہ میں پیشانی کا کس قدر حصہ زمین پر رکھنا واجب ہے، اگر تھوڑا حصہ پیشانی کا زمین پر رکھا گیا اور اکثر نہیں رکھا گیا، تو نماز بلا کراہت ہوجاوے گی یا نہیں۔ بینوا توجروا؟

الجواب

فی الدر المختار: (وسجد بأنفه)...(وجبهته)...ووضع أكثرها واجب، وقيل فرض كبعضها وإن قل.

فی رد المحتار: (قوله ووضع أكثرها واجب) اختلف هل الفرض وضع أكثر الجبهة أم بعضها وإن قل؟ قولان: أرجحهما الثانی، نعم وضع أكثر الجبهة واجبة للمواظبة، كما حرره فی البحر.

وفی المعراج: وضع جميع أطراف الجبهة ليس بشرط إجماعًا، فإذا اقتصر علىٰ بعض الجبهة جاز وإن قل، كذا ذكره أبو جعفر، خزائن. (۱)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اکثر حصہ پیشانی کا رکھنا گو علی الاصح فرض اور شرط نہیں، لیکن واجب ہے، ایسا نہ کرنے سے نماز مکروہ ہوگی۔ (۲)

۹ ذیقعدہ ۱۳۳۳ھ۔ (تتمہ ثالثہ صفحہ ۹۸) (امداد الفتاویٰ جدید: ۱/۲۲۰)

سجدہ میں پیشانی کے ساتھ ناک رکھنے سے متعلق بہشتی زیور اور احسن الفتاویٰ میں تعارض کی تحقیق:

سوال: سجدہ میں بہشتی زیور شبیری مکمل مدلل میں صفحہ نمبر: ۸۹ پر تحقیقی عنوان سے ہے کہ پیشانی کے ساتھ ناک زمین پر رکھنا واجب نہیں ہے، صرف وضع جبہہ علی الارض سے بھی نماز درست ہوگی۔ حضرت مفتی رشید احمد صاحب دامت برکاتہم نے اپنے احسن الفتاوی میں ناک رکھنا واجب لکھا ہے اور اگر ناک نہ رکھے تو نماز واجب الاعادہ فرماتے ہیں۔ آپ حضرات اپنی تحقیق سے مطلع فرمائیں اور دلائل بھی تحریر فرمائیں۔ والسلام

(حضرت مولانا) حکیم محمد اختر (صاحب مدظلہم)

---

(۱) رد المحتار، باب صفة الصلاة، فصل فی كيفية الصلاة، بعد مطلب فی إطالة الركوع للجائی: ۱/۴۹۸. (وكذا فی النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۲۱۶، العلمية/ والبحر الرائق، آداب الصلاة: ۱/۳۳۸، دار الكتب الإسلامی. انيس)

(۲) ... نعم وضع الأكثر واجب لمواظبته صلى الله عليه وسلم على تمكين الجبهة والأنف على الأرض، الخ. (حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح، باب شروط الصلاة وأركانها: ۲۳۰، دار الكتب العلمية بيروت)

عن وائل بن حجر قال: رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يسجد على أنفه مع جبهته. (مسند الإمام أحمد، حديث وائل بن حجر (ح: ۱۸۸۴۰) انيس)

الجواب

دراصل اس مسئلہ میں بہشتی زیور اور احسن الفتاویٰ میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں کتب فقہ کے درمیان تھوڑا سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ عام طور سے کتب فقہ میں وہی مسئلہ درج ہے، (جو) بہشتی زیور میں منقول ہے۔

چنانچہ بدائع الصنائع، تحفہ اور اختیار میں "**اقتصار علی الجبهة**" کو بلا کراہت جائز قرار دیا ہے۔ (**کما فی البحر**: ۳٦٦/۱)(۱)

اور اکثر کتب فقہ میں اس کو مطلق مکروہ لکھا ہے۔ چنانچہ عالمگیری میں ہے:

وإن كان من غير عذر فإن وضع جبهته دون أنفه جاز إجماعًا، ويكره، الخ. (۷۰/۱)(۲)

پھر بعض فقہا نے اس کو مکروہ تنزیہی پر محمول کیا، چنانچہ علامہ شامی نے صاحب نہر کا قول نقل کیا ہے:

لو حملت الكراهة في رأى من أثبتها على التنزيهية ومن نفاها على التحريمية لارتفع التنافي، وعبارته في السراج المستحب أن يضعهما. (منحة الخالق: ۳۳٦/۱)(۳)

اور صاحب بحر نے کراہت تحریمی کو ترجیح دی ہے اور لکھا ہے:

"وكره أي الاقتصار على أحدهما سواء كان الجبهة أو الأنف وهي عند الإطلاق منصرفة إلى كراهة التحريم، وهكذا في المفيد والمزيد فالقول بعدم الكراهة ضعيف. (۳۳٦/۱)(۴)

علامہ شامی نے اسی بنیاد پر صاحب حلیہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کراہت تحریم کا مقابل چونکہ واجب ہوتا ہے، اس لئے **وضع الأنف** واجب ہوا، چنانچہ فرماتے ہیں:

فالأشبه وجوب وضعهما معًا وكراهة ترك وضع كل تحريمًا، وإذا كان الدليل ناهضًا به فلا بأس بالقول به، انتهى. (ردالمحتار: ۳۳۵/۱)(۵)

---

(۱) قال أبو حنيفة: هو الجبهة والأنف غير عين، حتى لو وضع أحدهما في حالة الإختيار يجزيه، غير أنه لو وضع الجبهة وحدها جاز من غير كراهة، الخ. (بدائع الصنائع، فصل في أركان الصلاة: ۱۰۵/۱، دار الكتب العلمية)

وإن اقتصر على الجبهة جاز بالإجماع ولا إساءة. (الإختيار لتعليل المختار، باب الأفعال في الصلاة: ۵۱/۱، دار الكتب العلمية)

وأنه يصح الإقتصار على الجبهة وعلى الأنف وحده وبيان الخلاف في ذلك وبما قررناه علم أن تعريف بعضهم السجود بوضع الجبهة ليس بصحيح لأن وضعها ليس بركن لأنه يجوز الإقتصار على الأنف من غير عذر عند أبي حنيفة وإن كان الفتوىٰ على قولهما. (البحر الرائق، الركوع والسجود في الصلاة: ۳۱۰/۱، دار الكتب الإسلامي، انيس)

(۲) الفتاوىٰ الهندية، طبع مكتبة رشيدية كوئٹه

(۳) منحة الخالق على البحر الرائق: ۳۱۸/۱، طبع سعيد

(۴) البحر الرائق: ۳۱۸/۱، ايچ ايم سعيد

(۵) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، فصل في كيفية الصلاة، بعد مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۴۹۹/۱، ايچ ايم سعيد

اسی عبارت کی بناپر مفتی رشید احمد صاحب مدظلہم نے احسن الفتاویٰ میں وجوب کے قول پر اعتماد کیا ہے۔(احسن الفتاویٰ:۳/۲۱) لیکن خود علامہ شامی رحمہ اللہ نے البحر الرائق کے حاشیہ پر جو بحث کی ہے، اس سے ان کا رجحان عدم وجوب کی طرف معلوم ہوتا ہے۔ وہاں ان کی پوری عبارت یہ ہے:

قال فی النهر: لو حملت الكراهة فی رأی من أثبتها علی التنزيهية ومن نفاها علی التحريمية لارتفع التنافی وعبارته فی السراج: المستحب أن يضعهما، انتهٰی.

لكن قال الشيخ إسماعيل: وفی غرر الأذكار أن الاقتصار علی الجبهة يجوز بلا كراهة وإن لم يكن علی الأنف عذرًا اتفاقا، وكذلك فی مجموع المسائل وأنه به يفتٰی، وفی الاختيار: وإن اقتصر علٰی جبهته جاز بالإجماع ولا إساءة بعد أن قال فإن اقتصر علی الأنف جاز وقد أساء، وقالا: لا يجوز إلا من عذر، انتهٰی كلامه فليتأمل، ويبعد ماقاله فی النهر قول المتن وكره علٰی أحدهما، فإنه لا يصع حمله علی التنزيهية نظرًا إلٰی ترك السجود علی الجبهة، لكن سيأتی حمل الكراهة علٰی طلب الكف طلبا غير جازم. (منحة الخالق: ۱/۳۳۶)(۱)

اس عبارت کے آخری جملہ میں علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے وہ بنیاد منہدم کردی ہے، جس کی وجہ سے سجود علی الانف کو واجب کہا گیا تھا اور وہ یہ کہ مطلق کراہت کا اطلاق کراہت تحریمی پر ہوتا ہے، جس کا مقابل واجب ہے۔

منحۃ الخالق میں ان کے قول کا حاصل یہ ہے کہ کراہت کا اطلاق طلب الکف طلبا غیر جازم پر بھی ہوتا ہے، جو کراہت تنزیہی کو بھی شامل ہے۔ علامہ شامیؒ کی اس رائے سے بہشتی زیور کی تائید ہوتی ہے اور یہ اس لئے بھی راجح معلوم ہوتی ہے کہ اول تو اس سے فقہا کے مختلف اقوال میں تطبیق ہوجاتی ہے، دوسرے منحۃ الخالق، ردالمحتار کے بعد لکھی گئی ہے، لہذا یہ ان کا آخری مسلک ہے، تاہم اس میں شبہ نہیں کہ ردالمحتار سے جو وجوب سمجھ میں آتا ہے، اس پر عمل زیادہ قرین احتیاط ہے۔(۲) واللہ سبحانہ اعلم

احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ۔ ۸/۱۱/۱۳۹۷ھ۔ (فتویٰ نمبر:۳/۱۱۷۳ ج) (فتاویٰ عثمانی:۱/۴۰۱-۴۰۳)

نماز میں سجدہ سے متعلق چند مسائل کی تصحیح وتحقیق:

سوال: ایک کتاب میں لکھا ہے کہ اگر مقتدی نے امام کو سجدہ میں پایا، بعد ایک سجدہ کرنے کے اور مقتدی نے رکوع کیا اور دونوں سجدہ کئے، تو اس صورت میں نماز فاسد ہوجاوے گی اور اگر پایا امام کو بعد رکوع کے سجدہ میں، پس رکوع کیا

(۱) النهر الفائق، فرع فی صفة الصلاة: ۱/۲۱۶، دار الكتب العلمية/منحة الخالق، دار الكتاب الإسلامی. انيس

(۲) ... واختارما فی الكنز إرادة أن فی الإقتصار علی الجبهة من غير عذر ترك الأحوط فی أمر العبادة كما فی الإقتصار علی الأنف. (مجمع الأنهر، صفة الشروع فی الصلاة: ۱/۹۷-۹۸، دار إحياء التراث العربی. انيس)

اور دونوں سجدہ کئے امام کے ساتھ، تو نہیں فاسد ہوئی نماز اس کی، اس واسطے کہ ایک رکعت کی زیادتی نماز کو توڑتی ہے اور ایک رکعت سے کم کی نہیں توڑتی، اور اگر رکوع کیا مقتدی نے پہلے امام سے اور سر اٹھایا پہلے رکوع امام سے پس نہیں جائز ہوا رکوع اس کا، اور اگر پایا امام کو اندر رکوع کے پس جائز ہوئی نماز اور جب پہنچا طرف امام کے اور امام ہے رکوع میں اور نیت باندھی اور قیام میں کھڑا رہا، یہاں تک کہ سر اٹھایا امام نے رکوع سے، تو نہیں شریک ہوا اندر اس رکعت کے۔ اگر پایا امام کو رکوع میں بقدر ایک تسبیح کے، تو شامل ہوا رکعت میں، نزدیک امام ابوحنیفہ اور محمد کے اور شرح استیجابی میں لکھا ہے کہ اگر نہ ٹھہرے بقدر تین تسبیح کے رکوع میں، یا نہ پڑھے تین تسبیح تو نہیں جائز ہوئی نماز اس کی اور اگر بے عذر ناک رکھا اور ماتھا نہ رکھا سجدہ کی جگہ میں، یا ماتھا رکھا اور ناک نہ رکھا جگہ سجدہ میں، تو نہیں جائز ہے نماز اس کی، صحیح ہے، یا غلط؟

الجواب

یہ نفس مسائل صحیح ہیں، مگر یہ مسئلہ کہ ''اگر ناک نہ رکھے اور ماتھا رکھے تو نماز صحیح نہیں'' درست نہیں، بلکہ فقط ماتھا رکھنا بدون ناک کے، نماز کو بکراہت درست کر دیتا ہے۔(۱)

(بدست خاص، سوال ۱۵۷)(باقیات فتاویٰ رشیدیہ: ۱۶۵)

سجدہ میں صرف پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا انگلیاں نہ رکھیں تو سجدہ معتبر ہوگا یا نہیں:

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ اگر کوئی شخص نماز میں سجدے کی حالت میں اپنے پیر کی انگلیاں زمین کو نہ لگاتا ہو، صرف انگوٹھا ہی رکھتا ہو تو اس شخص کا یہ فعل کیسا ہے، سجدہ ہوگا؟ بینوا توجروا۔

الجواب

سجدہ میں فقط پیر کا انگوٹھا زمین پر رکھا رہنے سے نماز ہو جائے گی، مگر صرف انگوٹھا رکھنے پر اکتفا کرنا اور دوسری انگلیوں کو اٹھائے رکھنا خلاف سنت ہے، اس لئے مکروہ ہے۔ سنت یہ ہے کہ دونوں قدموں کی انگلیاں زمین پر لگی رہیں اور انگلیوں کا رخ قبلہ کی جانب ہو۔

ووضع أصبع واحدة منهما شرط. (الدر المختار)

وأفاد أنه لو لم يضع شيئًا من القدمين لم يصح السجود، الخ. (رد المحتار: ۱/۴۱۶)(۲)

(۱) ويسجد على جبهته وأنفه واظب على هذا رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيه تمام السجود، فإن سجد على الجبهة دون الأنف جاز عندنا وعند الشافعي لايجوز وإن سجد على الأنف دون الجبهة جاز عند أبي حنيفة ويكره ولا يجوز عند أبي يوسف ومحمد وهو رواية أسيد بن عمرو عن أبي حنيفة. (المبسوط للسرخسي، مكروهات الصلاة: ۱/۳۴، دار المعرفة بيروت. انيس)

(۲) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث الركوع والسجود، انيس

والمراد بوضع القدمين علىٰ ماذكر في الخلاصة وضع أصابعهما والمراد بوضع الأصابع توجيههما نحو القبلة ليكون الاعتماد عليها حتى لو وضع ظهر القدمين ولم يوجهه أصابعهما أو أحدهما نحو القبلة لايصح سجوده وهذا ممايجب حفظه وأكثر الناس عنه غافلون. (مجالس الأبرار: ۳۱۵، رقم المجلس: ۵۳)(۱) فقط واللّٰہ اعلم بالصواب

۳ر ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۰۴/۴) ☆

ہاتھوں، پیروں، گھٹنوں کے درمیان سجدہ میں فرق:

سوال: حضرت مفتی صاحب زید مجدہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب کا فتوی نمبر: ۶۲ جس کا سوال میرے عزیز القدر برادر ثانی نصیر احمد متعلم مدرسہ ہذا نے پیش کیا تھا، بالکل بحیثیت فتویٰ درست ہے، البتہ میرے دل میں جو تردد ہے، اس کو عزیز المذکور نے سوال میں پیش نہیں کیا، یہاں بوجہ عدم سامان کتب معذور ہوں، اس واسطے مکرر عرض ہے کہ مطابق روایت مسلم شریف کہ وہ: "أمرت أن أسجد علىٰ سبعة أعظم" (الحديث)(۲) ہے، یہ حدیث مقتضی فرضیت سبعۃ اعظم ہے، پس وضع قدمین کو سجدہ میں فرض کہنا اور

(۱) قال في البزازية: والمراد بوضع القدم هنا وضع الأصابع أو جزء من القدم، وإن وضع أصبعاً واحدةً أو ظهر القدم بلا أصابع، إن وضع مع ذلك إحدىٰ قدميه صح وإلا لا، اھ، قال في شرح المنية بعد نقله ذلك: وفهم منه أن المراد بوضع الأصابع توجيههما نحو القبلة ليكون الإعتماد عليها وإلا فهو وضع ظهر القدم وقد جعلوه غير معتبر، وهذا ما يجب التنبيه عليه فإن أكثر الناس عنه غافلون. (ردالمحتار، كتاب الصلاة، صفة الصلاة: ۵۰۰/۱، دار الفكر بيروت. انيس)

☆ سجدہ میں نال اٹھی رہے:

سوال: ایک آدمی سجدہ میں گیا، لیکن سجدہ کی حالت میں دونوں پیر کی تین تین انگلیاں زمین سے لگی ہوئی نہیں تھیں، تو کیا ایسی صورت میں اس کو دوبارہ نماز ادا کرنی ہوگی؟

ھو المصوب

مذکورہ صورت میں نماز ہوگئی، اعادہ کی ضرورت نہیں، سجدہ کی حالت میں کم از کم قدمین کے کچھ حصے کا زمین پر ٹکا رہنا ضروری ہے اور یہاں یہ پایا جارہا ہے۔

(ومنها السجود) بجبهته وقدميه، ووضع أصبع واحدة منهما شرط. (الدر المختار)

(قوله وقدميه) يجب إسقاطه؛ لأن وضع أصبع واحدة منهما يكفي، كما ذكره بعدح، وأفاد أنه لو لم يضع شيئًا من القدمين لم يصح السجود. (رد المحتار: ۱۳۵/۲) (كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث الركوع والسجود، انيس)

تحریر: محمد ظفر عالم ندوی رتصویب: ناصر علی ندوی۔ (فتاویٰ ندوۃ العلماء: ۶۷/۲)

(۲) عن ابن عباس رضي الله تعالىٰ عنهما قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: " أمرت أن أسجد علىٰ سبعة أعظم: على الجبهة، وأشار بيده علىٰ أنفه واليدين والرجلين وأطراف القدمين ولا نكفت الثياب ولا الشعر". (الصحيح لمسلم، كتاب الصلوٰة، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر والثوب وعقص الرأس في الصلوٰة: ۱۹۳/۱، قديمي)

هذه الأحاديث فوائدمنها: أن أعضاء السجود سبعة وأنه ينبغي للساجد أن يسجد عليها كلها وأن يسجد على الجبهة والأنف جميعاً، الخ. (شرح النووي لمسلم، باب أعضاء السجود والنهي عن كف الشعر: ۲۰۸/۴، دار إحياء التراث العربي. انيس)

وضع یدین اور رکبتین کو فرض نہ کہنا کیسا ہے اور: "مالایتوصل إلی الفرض إلا به، فهو فرض" (۱) کو دلیل فرضیت وضع قدمین میں بیان کرنا خلاف منصوص ہے۔

نص میں سبعۃ اعظم میں کوئی فرق نہیں اور کف الثیاب والشعر کو قرینہ عدم فرضیت وضع رکبتین اور وضع یدین قرار دینا اور وضع قدمین کو فرض ہی رکھنا، حالانکہ وضع قدمین ان کا معطوف علیہ ہے، اور معطوف حکم میں معطوف علیہ کے ہوتا ہے، ایسے ہی امر کو مشترک بین الواجب والندب سے تفریق درست نہیں اور رفع رکبتین بھی اشبہ بالتلاعب ہے؛ لیکن نفس جواز فی الصلوۃ میں مخل نہیں۔ پس دلیل حضرت ابن ہمام بھی دل میں پوری نہیں بیٹھتی۔ ادھر امام الائمہ کے نزدیک صلوۃ وتر فرض عملی ہے اور اس کی فرضیت بھی ایسی خبر کے ساتھ ہے: "إن اللّٰه أمر كم" (الحدیث) (۲)

پس "أمرت" سے وضع قدمین کو فرض اور وضع رکبتین اور یدین کو سنت کہنا سمجھ میں نہیں آتا اور یہ امر ضروری ہے، کسی فقیہ نے اس کی ضرور تنقیح کی ہوگی، مگر بوجہ عدم سامان کے معذور ہوں۔

(محمد فاضل قاضی عفا اللہ عنہ، از مقام وڈاک خانہ کوال، ضلع، راولپنڈی)

الجو ابـــــــــــــــــ حامدًا و مصليًا

نمبر: ۶۲ر میں شبہ مذکورہ تحریر نہیں تھا، بلکہ صرف وضع قدمین ورفع قدمین فی السجود کا سوال تھا۔ شبہ مذکورہ کا منشا بظاہر یہ ہے کہ آپ وضع قدمین فی السجود کی فرضیت کو حدیث "أمرت أن أسجد" سے ثابت سمجھ رہے ہیں، اسی پر وضع یدین اور رکبتین اور معطوف ومعطوف علیہ کی بحث متفرع ہے، حالانکہ یہ خبر واحد ہے جس سے فرضیت ثابت نہیں ہوسکتی، لہذا اس حدیث سے تو کسی چیز کی بھی فرضیت ثابت نہیں، سجود کی فرضیت نص قطعی سے ثابت ہے جس کی حقیقت وضع الجبهة على الأرض "پیشانی کی فرضیت" تو یوں ہوئی، (۳) اور چونکہ وضع الجبہہ کے لیے وضع قدمین یا رکبتین یا

(۱) رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها: ۴۹۹/۱، سعيد

(۲) عن خارجة بن خرافة رضي اللّٰه تعالىٰ عنه أنه قال: خرج علينا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال: "إن اللّٰه أمركم بصلوٰة هي خير لكم من حمر النعم الوتر جعله اللّٰه لكم فيما بين صلوٰة العشاء إلىٰ أن يطلع الفجر". (سنن الترمذي، أبواب الوتر، باب ماجاء في فضل الوتر: ۱۰۳/۱، سعيد)

(۳) "(قوله وسجد بأنفه وجبهته)... وفي الشريعة: وضع بعض الوجه ممالاسخرية فيه فخرج الخد والذقن والصدغ، الخ.

"وأما في الصحيحين مرفوعًا: "أمرت أن أسجد علىٰ سبعة أعظم: علىٰ جبهة. وأشار بيده إلىٰ أنفه واليدين، والركبتين، وأطراف القدمين، ولانكف الثياب والشعر" مستعمل في الوجوب والندب الذي هو الأعم بمعنى طلب منى ذلك، أوفي الندب، أوفي الوجوب، فقولهما بالافتراض مشكل؛ لأنه يلزمها الزيادة على الكتاب بخبر الواحد، وهما يمنعانه في الأصول لأبي حنيفة،
==

یدین ضروری ہے، اس لئے ان میں سے ایک کی فرضیت ضروری ہے،(۱) اور شروع سے قدمین زمین پر موجود ہیں اور نیز ہر رکن کی ادائیگی کے وقت قدمین کا زمین پر ہونا ضروری اور ظاہر ہے، اس لیے قدمین کی فرضیت وضع پر اکتفا کیا گیا،(۲) اور اب یدین ورکبتین کا ثبوت خبر واحد سے ہے، لہذا ان کا وضع مسنون ہوگا۔(۳)

فقہا کے کلام میں روایات مختلف ہیں، قدوری، کرخی، جصاص نے وضع القدمین کو فرض کہا ہے، تمرتاشی، شیخ الاسلام، صاحب نہایہ نے قدمین اور یدین کو عدم فرضیت میں مساوی قرار دیا ہے۔(النهاية: ۱/ ۱٤)(۴) اس میں اسی روایت کو لکھا ہے: "وهو الحق".(۵)

پھر اسی میں دو صورتیں ہیں: ایک وجوب دوسری سنت،(۶)

== فلذلک قال المحقق ابن الهمام: فجعل بعض المتأخرين الفتوى على الرواية الأخرى الموافقة لقولها لم يوافقه دراية ولا القوى من الرواية، هذا لو حمل قولهما، لايجوز الاقتصار إلا من عذر على وجوب الجمع كان أحسن؛ إذ يرتفع الخلاف بناءً على ما حملنا الكراهة منه عليه من كراهة التحريم ولم يخرجا عن الأصول". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۱/ ٥٥٤-٥٥٥، رشيدية)

(۱) "وحيث تظافرت الروايات عن أئمتنا بأن وضع اليدين والركبتين سنة، ولم ترد رواية بأنه فرض تعين وضع القدمين أو إحداهما للفرضية، ضرورة التوصل إلى وضع الجبهة". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل فى بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، بعد مطلب فى إطالة الركوع للجائى: ۱/ ٤٩٩، سعيد)

(۲) "وفيه: (أى فى شرح الملتقى) يفترض وضع أصابع القدم ولو واحدة نحو القبلة، وإلا لم تجز، والناس عنه غافلون". (الدر المختار، على صدر رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل فى بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، بعد مطلب فى إطالة الركوع للجائى: ۱/ ٤٩٩، سعيد)

(۳) ويؤيده ما فى شرح المجمع لمصنفه حيث استدل على أن وضع اليدين والركبتين سنة بأن ماهية السجدة حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الأرض، الخ. (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل فى بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، بعد مطلب فى إطالة الركوع للجائى: ۱/ ٤٩٩، سعيد)

(۴) "كذا فى الهداية، وأما وضع القدمين فقد ذكر القدورى أنه فرض فى السجود آه، فإذا سجد ورفع أصابع رجليه، لايجوز، كذا ذكره الكرخى و الجصاص. ولو وضع إحداهما جاز، قال قاضيخان: ويكره. وذكر الإمام التمرتاشى أن اليدين والقدمين سواء فى عدم الفرضية، وهو الذى يدل عليه كلام شيخ الإسلام فى مبسوطه". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل فى بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، بعد مطلب فى إطالة الركوع للجائى: ۱/ ٤٩٩، سعيد)

(۵) رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل فى بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، بعد مطلب فى إطالة الركوع للجائى: ۱/ ٤٩٩، سعيد

(۶) "فصار فى المسئلة ثلاث روايات: الأولى فرضية وضعهما، الثانية فرضية إحداهما، الثالثة عدم الفرضية، وظاهره أنه سنة، قال فى البحر: وذهب شيخ الإسلام إلى أن وضعهما سنة، فتكون الكراهة تنزيهية". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل فى بيان تاليف الصلاة إلى انتهائها، بعد مطلب فى إطالة الركوع للجائى: ۱/ ٤٩٩، سعيد)

اور بوجہ "أن السجود لایتوقف تحققه علٰی وضع القدمین، فیکون افتراض وضعهما زیادة علی الکتاب، آه". (رد المحتار: ۵۲۱/۱)(۱)

لیکن حصکفی نے شرح ملتقی، ص: ۹۸، میں لکھا ہے:

"وما نقله فی الدرر عن العنایة من أن عدم الفرضیة هو الحق، فبعید عن الحق، وبضده أحق". (۲)

حلبی نے شرح منیہ، ص: ۲۸۰، میں اس کی وجہ لکھی ہے:

"إذ لا روایة تساعده والدرایة تنفیه، علٰی مامر من أن ما لایتوصل إلی الفرض إلا به فهو فرض وحیث تواطأت الروایات وتظافرت عن أئمتنا أن وضع الرکبتین سنة، ولم ترد روایة قط بأنه فرض، وکذا وضع الیدین تعین وضع القدمین أو إحداهما للفرضیة ضرورة، ولم یروعنهم روایة، فکیف والروایات فیه متوافرة أیضًا علٰی مالایخفٰی علی المتتبع، واللّٰه الموفق". (۳)

رفع رکبتین اشبہ بالتلاعب ہونے کا اشکال شامی نے بھی نقل کیا ہے، (۴) لیکن حقیقت یہ ہے کہ شیخ ابن ہمام نے جو کچھ بیان کیا ہے، وہ علت کے درجہ میں نہیں، بلکہ حکمت کے درجہ میں ہے، لہذا طرد وعکس ضروری نہیں۔ شیخ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ علامہ حلبی نے کہا ہے کہ یدین، رکبتین اور قدمین کی فرضیت کی کوئی روایت ائمہ مذاہب سے ثابت نہیں ہے، اس لئے لامحالہ قدمین کی فرضیت توصل الی الفرض کی حیثیت سے مانی جائے گی۔ (۵)

---

(۱) کتاب الصلاة، فصل فی بیان تالیف الصلاة إلی انتهائها، بعد مطلب فی إطالة الرکوع للجائی: ۴۹۹/۱، سعید

(۲) سکب الأنهر شرح ملتقی الأبحر، باب صفة الصلاة: ۹۸/۱، دار إحیاء التراث العربی بیروت

کشف الظنون (۱۸۱۴-۱۸۱۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ سکب الأنهر علاء الدین الحصکفی (م: ۱۰۸۸ھ) کی نہیں ہے، بلکہ علاء الدین الطرابلسی (م: ۱۰۳۲ھ) کی ہے، یہ عبارت "الدر المنتقی شرح الملتقٰی، باب صفة الصلاة: ۱۴۸/۱، دار الکتب العلمیة بیروت" کی ہے۔ انیس

(۳) الحلبی الکبیر، الخامس من الفرائض السجدة، ص: ۲۸۵، سهیل اکیڈمی لاهور

(۴) وأما إذا رفع قدمیه فی السجود، فإنه مع رفع القدمین بالتلاعب أشبه منه بالتعظیم والإجلال، آه". (ردالمحتار، کتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، بحث الرکوع و السجود: ۴۴۷/۱، سعید)

(۵) "إذ لاروایة تساعده والدرایة تنفیه علٰی مامر من أن ما لایتوصل إلی الفرض إلا به فهو فرض، وحیث تواطأت الروایات وتظافرت عن أئمتنا أن وضع الرکبتین سنة ولم ترد روایة قط بأنه فرض، وکذا وضع الیدین، تعین وضع القدمین أو إحداهما للفرضیة ضرورة، ولم یروعنهم روایة، فکیف والروایات فیه متوافرة أیضًا علی ما لایخفٰی علی المتتبع، واللّٰه الموفق". (الحلبی الکبیر، الخامس من الفرائض السجدة، ص: ۲۸۵، سهیل اکیڈمی لاهور)

صاحب بحر نے قدوری کے قول کو ضعیف قرار دیا ہے،(۱) لیکن شرح مجمع، کفایہ، شرح فیض وغیرہ میں قدوری کے قول ہی کو ترجیح دی ہے اور اسی پر فتویٰ نقل کیا ہے۔(۲)

علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:

والحاصل أن المشهور في كتب المذهب اعتماد الفرضية، والأرجح من حيث الدليل و القواعد عدم الفرضية، ولذا قال في العناية والدرر: إنه الحق، ثم الأوجه حمل عدم الفرضية على الوجوب، والله أعلم". (رد المحتار: ۲۲۲/۱)(۳)

یہ سب کچھ کلام قدمین کے متعلق ہے، یدین اور رکبتین میں بھی فقہا کی تین روایتیں ہیں: فرض، وجوب، سنت، عامۃ الفقہا قول ثالث کو ترجیح دیتے ہیں،(۴) لیکن شیخ ابن ہمام نے وجوب کو اختیار کیا ہے اور فقیہ ابواللیث سمرقندی نے فرض کو ترجیح دی ہے،(۵) علامہ شامی کی رائے یہ ہے کہ شیخ ابن ہمام کا قول راجح ہے کیونکہ خبر واحد سے جس میں امر کا صیغہ ہو وجوب ثابت ہوتا ہے، فرض عملی وجوب کو کہتے ہیں، چنانچہ اخبار آحاد سے وجوب ثابت ہوجاتا ہے۔(۶)

---

(۱) "وذكر القدوري أن وضعهما فرض، وهو ضعيف". (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۵۶/۱، رشيدية)

(۲) ويؤيده ما في شرح المجمع لمصنفه حيث استدل على أن وضع اليدين والركبتين سنة بأن ماهية السجدة حاصلة بوضع الوجه والقدمين على الأرض الخ وكذا ما في الكفاية عن الزاهدي من أن ظاهر الرواية ما ذكر في مختصر الكرخي، وبه جزم في السراج فقال: لو رفعهما في حال سجوده لا يجزيه، ولو رفع إحداهما جاز، وقال في الفيض: وبه يفتى. (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها، بعد مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۴۹۹/۱، سعيد)

(۳) كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها، بعد مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۵۰۰/۱، سعيد

(۴) وأما اليدان والركبتان فظاهر الرواية عدم افتراض وضعهما، قال في التجنيس والخلاصة: وعليه فتوى مشايخنا، وفي منية المصلي: ليس بواجب عندنا، واختار الفقيه أبو الليث الافتراض و صححه في العيون ولا دليل عليه؛ لأن القطعي إنما أفاد وضع بعض الوجه على الأرض دون اليدين والركبتين، والظني المتقدم لا يفيد، لكن مقتضاه ومقتضى المواظبة الوجوب، وقد اختاره المحقق في فتح القدير، وهو إن شاء الله أعدل أقوال لموافقه الأصول، وإن صرح كثير من مشايخنا بالسنة، ومنهم صاحب الهداية" (البحر الرائق، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۵۵۶/۱، رشيدية)

(۵) مختار الفقيه أبي الليث على ما أسلفناه عنه في أوائل باب الأنجاس من أن المصلي إذا لم يضع ركبتيه على الأرض، لا يجزئه، وأنه رد رواية عدم وجوب طهارة مكان الركبتين في الصلاة، فهو يشير إلى الافتراض، وما اخترته من الوجوب ولزوم الإثم بالترك مع الإجزاء كترك الفاتحة أعدل إن شاء الله تعالى". (فتح القدير، كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة: ۳۰۵/۱، مصطفى البابي الحلبي بمصر)

(۶) "وقال في الحلية: والأوجه على منوال ما سبق هو الوجوب لما سبق من الحديث آه أي على منوال ما حققه شيخه من الاستدلال على وجوب وضع اليدين والركبتين، وتقدم أنه أعدل الأقوال، فكذا هنا، فيكون وضع القدمين كذلك، واختاره أيضًا في البحر والشرنبلالية". (رد المحتار، كتاب الصلاة، فصل في بيان تأليف الصلاة إلى انتهائها، بعد مطلب في إطالة الركوع للجائي: ۴۹۹/۱، سعيد)

امام اعظم سے وتر کے متعلق تین روایتیں ہیں: فرض، واجب، سنت۔(۱)

ان میں تمرتاشی نے تطبیق دی ہے:

"هو فرض عملاً، وواجب اعتقادًا، وسنة ثبوتاً، بهذا وفقوا بين الروايات". (۲)فقط والله أعلم وعلمه أتم وأحكم

حررہ العبد محمود گنگوہی عفا اللہ عنہ، معین مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔ الصحیح: عبد اللطیف مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔ ۲/ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ۔ الجواب صحیح: سعید احمد غفرلہ۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۵۶۱۔۵۶۷)

سجدہ بقدر تسبیحہ واحدہ واجب ہے:

سوال: سجدے میں کتنی دیر ٹھہرنا فرض ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب ـــــــــــــــ باسم ملهم الصّواب

مطلقاً سجدہ فرض ہے اور ایک تسبیح کی مقدار ٹھہرنا واجب ہے اور تین تسبیحات کی مقدار سنت مؤکدہ ہے۔

في واجبات الصلاة من العلائية: (وتعديل الأركان) أي تسكين الجوارح قدر تسبيحة في الركوع والسجود وكذا في الرفع منهما، الخ. (رد المحتار: ۱/۴۳۲) (۳)فقط والله تعالىٰ أعلم

۲۸/رمضان المبارک ۱۳۹۸ھ۔ (احسن الفتاویٰ: ۳/۴۰)

دو سجدوں کے درمیان ٹھہرنے کی مقدار:

سوال: دو سجدوں کے درمیان (جلسہ میں) کتنی دیر تک ٹھہرنا چاہئے؟

---

(۱) عن أبي حنيفة رحمه الله في الوتر ثلاث روايات: في رواية فريضة، وفي رواية سنة مؤكدة، وفي رواية واجب، وهي آخر أقواله، وهو الصحيح، كذا في محيط السرخسي". (الفتاوى الهندية، كتاب الصلاة، الباب الثامن في صلاة الوتر: ۱/۱۱۰، رشيدية)

(۲) تنوير الأبصار مع الدر المختار علىٰ صدر رد المحتار، باب الوتر والنوافل: ۲/۳۔۴، سعيد

(۳) كتاب الصلاة، باب صفة الصلاة، واجبات الصلاة، مطلب قد يشار إلى المثنى، الخ: ۱/۴۶۴، دار الفكر/ وكذا في النهر الفائق، باب صفة الصلاة: ۱/۱۹۹، دار الكتب العلمية/ تبيين الحقائق، باب صفة الصلاة: ۱/۱۰۶، المكتبة الأميرية بولاق، مصر.

(وتعديل الأركان) أي تسكين الجوارح في الركوع والسجود حتى تطمئن مفاصلها واجب عند الطرفين وأدناه مقدار تسبيحة وهو تخريج الكرخي، وفي تخريج الجرجاني سنة لأنه شرع لتكميل الأركان وليس بمقصود لذاته. (مجمع الأنهر، باب صفة الصلاة: ۱/۱۳۲، دار الكتب العلمية بيروت. انيس)

ہمارے امام صاحب اتنی دیر کرتے ہیں کہ اتنی دیر میں آٹھ دس بار رکوع کی تسبیح پڑھ سکتے ہیں؟

الجواب ـــــــــــــــــــ وباللّٰہ التوفیق

چونکہ حنفیہ کے یہاں اس جلسہ میں کوئی ذکر مسنون نہیں ہے۔ اس لئے اس جلسہ کو طول نہیں دینا چاہئے، بالخصوص جماعت کی نماز میں۔

"**ولیس فی هذا الجلوس ذکر مسنون عندنا، هکذا فی الجوهرة النیرة**". (الفتاویٰ الهندیة: ۷۵/۱)(۱)**فقط واللّٰہ تعالیٰ أعلم**

محمد بشیر احمد۔ ۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ۔ (فتاویٰ امارت شرعیہ: ۳۹۱/۲-۳۹۲)

☆☆☆

(۱) الجوهرة النیرة، باب صفة الصلاة: ۵٤/۱، المطبعة الخیریة. انیس

البتہ اگر کوئی شخص دعا پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(قوله: ولیس بینهما ذکر مسنون، الخ) قال أبو یوسف: سألت الإمام أیقول الرجل إذا رفع رأسه من الرکوع والسجود "اللّٰهم اغفرلی"؟ قال: یقول: ربنا لک الحمد، وسکت، ولقد أحسن فی الجواب إذ لم ینه عن الاستغفار، نهر وغیره.

قلت: بل فیه إشارة إلی أنه غیر مکروه إذ لو کان مکروها لنهی عنه کما ینهی عن القراءة فی الرکوع والسجود وعدم کونه مسنوناً لا ینافی الجواز کالتسمیة بین الفاتحة والسورة بل ینبغی أن یندب الدعاء بالمغفرة بین السجدتین خروجاً من خلاف الإمام أحمد لابطاله الصلاة بترکه عامداً ولم أر من صرح بذلک لکن صرحوا باستحباب مراعاة الخلاف واللّٰه أعلم. (ردالمحتار، کتاب الصلاة باب صفة الصلاة: ۵۰۵/۱، دار الفکر بیروت. انیس)